تواضع وانابت کا سرمایہ دار تھا، نہ رہا

از: مولانا ابومحمد محمد جاوید قاسمی
استاذِ حدیث جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت

تغیرات وتلونات کی اس دنیا میں، جہاں ہر چیز کا وجود اُس کی فنائیت کی دلیل، اور ہر شئ کا ظہور اُس کے عدم کی علامت بن کرا بھرتا ہے، چشم فلک نے ابتدائے آفرینش سے لے کراب تک نہ معلوم کتنے انسانوں کو شکمِ مادر سے جنم لیتے اور ایک مقررہ وقت پر ہمیشہ کے لیے پیوندِ خاک ہوتے دیکھا ہے، نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اب تک کتنے انسان پیدا ہوئے اور آئندہ قیامت تک کتنے اور پیدا ہوں گے، بنی نوع انسان کا یہ ایک اَتھاہ سمندر ہے جس کا تموج روز افزوں ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان اور جنات کی تخلیق جس اہم اور پاکیزہ مقصد کے تحت ہوئی ہے، اس کی تحصیل وتکمیل میں جو لوگ زندگی بھر حیراں وسرگرداں اور آخری درجے کی کدوکاوش میں مصروف رہتے ہیں، انھیں کو اس دنیا میں خالقِ کائنات کی طرف سے حیاتِ ابدی حاصل ہوتی ہے، اُن کو اُن کی زندگی میں تو لوگ یاد کرتے ہی ہیں، دارِ فانی سے دارِ باقی کی جانب کوچ کرجانے کے بعد بھی اُنھیں یاد رکھا جاتا ہے، اور مرورِ ایام کے ساتھ اس یاد میں مزید اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے؛ چناں چہ صدیاں بیت جانے کے باوجود ایسا لگتا ہے کہ گویا کل تک وہ زندہ تھے، یہ سب ان کی صلاح ونیکی، ورع وتقوی، تضرع وانابت، تواضع وفنائیت، اخلاص وللّٰہیت اور مقصدِ حیات کی تحصیل میں اُن کی طرف سے کی جانے والی جدوجہد کا غیر متخلف نتیجہ ہوتا ہے۔

ولی کامل، نمونۂ اسلاف، تواضع وبے نفسی کے امام، اخلاقِ نبوی کی چلتی پھرتی تصویر، رہبرِ قوم وملت، حضرت اقدس مولانا الحاج محمد کامل صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہ انھیں پاکیزہ نفوس میں سے تھے، جنھوں نے مقصدِ حیات کو پوری طرح سمجھا، خود بھی مسلسل اس کی تحصیل میں مشغول رہے، اور دوسروں کے اندر بھی اُس کا شعور واحساس پیدا کرنے کی فکر میں زندگی بسر کی، اتباعِ سنت اور تواضع وعاجزی ہے آپ کی ذاتِ عالی میں کچھ اس طرح چھائی ہوئی تھی کہ ایسا لگتا تھا کہ

گویا آپ کا خمیر ہی اتباعِ سنت اور تواضع سے اٹھا ہے، ایک ایک چیز میں سنتِ نبوی کی تلاش وجستجو، اس کی کامل پیروی اور تبلیغ واشاعت، اپنے اور پرائے کا فرق کیے بغیر ہر وارد وصادر کے ساتھ حسنِ اخلاق اور نرمی کا برتاؤ، انتہائی درجہ کی تواضع، عاجزی اور انکساری یہ وہ اوصاف ہیں جو دوسرے لوگوں میں خال خال ہی پائے جاتے ہیں۔

مولانا موصوف شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ کے عاشقِ زار شاگردِ رشید وخادمِ خاص، اور فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی قدسرہ کے خلیفہ، ایک صاحبِ ارشاد بزرگ تھے، تقوی وپرہیزگاری، صدق ودیانت، اخلاص وللّٰہیت، علم وعمل اور تصوف وسلوک میں اسلاف کا نمونہ تھے۔

ولادت

آپ اپنے آبائی وطن علم وحکمت کی سرزمین کاندھلہ کے محلّہ ''گوجران'' میں ۱۹۳۳ء میں پیدا ہوئے (دن اور مہینہ معلوم نہیں ہوسکا)، آپ نے جس گھر میں آنکھ کھولی وہاں کوئی خاص دینی ماحول نہیں تھا، آپ کے والد جناب مشرف علی اگرچہ اپنی آخری زندگی میں اچھے دین دار ہوگئے تھے؛ لیکن شروع میں اُن کی دینی حالت کوئی زیادہ اچھی نہ تھی، وہ پہلوانی کرتے تھے، اور بعد میں سرکاری ملازم بھی ہوگئے تھے؛ البتہ آپ کی والدہ ایک نیک خاتون تھیں، حضرت کی تعلیم وتربیت میں آپ کی والدہ، حضرت کے تایا جان اشرف علی اور دادا شمس الدین کا زیادہ دخل رہا۔ بچپن ہی سے حضرت میں صلاح ونیکی اور ولایت وتقوی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے وطن کاندھلہ میں حاصل کی، شروع میں حافظ عبد اللطیف صاحب کے پاس بھیجے گئے، پھر کچھ ہی دنوں کے بعد حافظ شریف احمد صاحب کے پاس ''مدرسہ نصرۃ الاسلام جامع مسجد'' میں منتقل کردیے گئے، حافظ شریف احمد صاحب کے پاس ہی آپ نے قرآن کریم کا ناظرہ اور حفظ ایک ساتھ مکمل کیا۔ حفظ کی تکمیل کے بعد، آپ نے ''مدرسہ نصرۃ الاسلام'' ہی میں مولانا عبد الجلیل صاحب اور حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب دامت برکاتہم کے پاس عربی سوم تک کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند کے ایماء پر، شوال ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں، جب کہ آپ کی عمر پندرہ سال تھی، از ہر ہند دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، اور وہاں مسلسل پانچ سال تعلیم میں مشغول رہ کر ۱۹۵۲ء میں ''دورۂ حدیث شریف'' سے فراغت حاصل کی، آپ کے رفقائے دورۂ حدیث میں حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری سابق شیخ الحدیث وقف دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی سابق صدر شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارن پور اور بحرالعلوم حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی صدر شعبۂ تخصص فی الحدیث دارالعلوم دیوبند خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ دورہ سے فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ تجوید میں داخلہ لیا؛ لیکن کسی عارض کی بناء پر اس کی تکمیل نہ فرما سکے۔

اساتذہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، مولانا حسین احمد بہاری، مولانا عبدالاحد صاحب اور حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب وغیرہ آپ کے خاص اساتذہ ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام کے آپ خادم بھی رہے، یوں تو آپ کو اپنے تمام ہی اساتذہ سے عقیدت ومحبت تھی؛ لیکن حضرت شیخ الاسلام سے آپ کی محبت وعقیدت دیدنی تھی، بندے نے بارہا دیکھا جب بھی آپ حضرت شیخ الاسلام کا ذکر کرتے تو فرطِ محبت سے آبدیدہ ہوجاتے تھے۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد، تجوید کی تعلیم کا سلسلہ درمیان میں موقوف کرکے، ۱۹۵۲ء میں حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب نور اللہ مرقدہ کے مشورے سے، ٹپرانہ (جو شاملی اور جھنجھانہ کے درمیان روڈ پر ایک مسلم اکثریتی گاؤں ہے) تشریف لائے، اور پورے انہماک کے ساتھ مسلسل چودہ سال یہاں کی بڑی مسجد میں امامت کے ساتھ، قرآن کریم کی تعلیم وتدریس، وعظ وخطابت اور تفسیرِ قرآن میں مشغول رہے۔

اس کے بعد ۱۹۶۷ء میں مہتمم کی حیثیت سے جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت (جو اس وقت ایک مکتب کی شکل میں تھا) میں تشریف لائے، وہاں آپ نے قرآن کریم اور دینیات کی تعلیم کے

ساتھ فارسی وعربی کی تعلیم شروع فرمائی، اور فارسی ، عربی اول ودوم کی تقریباً تمام کتابیں مع کنزالدقائق اورجلالین شریف وغیرہ پڑھائیں۔

تلامذہ

آپ سے پڑھنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے، جن میں مولانا محمد ساجد صاحب استاذ تفسیر مظاہرعلوم سہارن پور، مولانا محمد یعقوب صاحب استاذ تفسیر مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد، مولانا شبیر احمد صاحب استاذ ادب عربی مفتاح العلوم جلال آباد، مولانا محمد عاقل صاحب شیخ الحدیث جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت، مولانا محمد ہارون صاحب مہتمم مدرسہ سبیل الرشاد سنولی ضلع پانی پت (ہریانہ)، مولانا محمد شمشیر صاحب گڑھی دولت، مولانا محمد زبیر صاحب گڑھی دولت، مولانا محمد زاہد صاحب مرحوم سابق مہتمم مدرسہ گل زار حسینیہ تیتر واڑہ، مفتی رفیق احمد استاذ حدیث مدرسہ مسیح العلوم بنگلور (کرناٹک) اور مولانا محمد ارشد صاحب استاذ حدیث جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بیعت وخلافت

علومِ اسلامیہ کی تحصیل کے ساتھ، ظاہر وباطن کی اصلاح نہایت ضروری چیز ہے، قرآنی ہدایات اور اسلامی تعلیمات پر کما حقہ عمل، عموماً اسی وقت ہوتا ہے جب کہ کسی صاحبِ نسبت شیخ کامل کے دست حق پرست پر بیعت کرکے اپنے ظاہر وباطن کی اصلاح کرائی جائے۔ آپ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے تھے؛ اس لیے علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے اس طرف توجہ فرمائی، اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ سے اصلاحی تعلق قائم کرکے، حضرت کی رہ نمائی میں راہِ سلوک طے کرنے میں مشغول ہوگئے؛ لیکن ابھی سلوک وطریقت کی تکمیل نہ کرسکے تھے کہ حضرت مدنی سفر آخرت پر روانہ ہوگئے، حضرت مدنی کے وصال کے بعد آپ نے حضرت کے جانشین فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ سے رجوع کیا، اور باضابطہ بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ حضرت فدائے ملت کے علاوہ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم نے بھی آپ کو خلافت عطا فرمائی تھی۔

جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت میں آمد

آپ کی دینی وملی خدمات، صلاح ونیکی، تقوی وطہارت اور تواضع وحسن اخلاق سے ٹپرانہ کے لوگ بہت زیادہ متأثر تھے، وہ کسی بھی قیمت پر آپ کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھے؛ لیکن خدائے پاک وبرتر کو آپ سے ایک بڑا کام لینا منظور تھا، ہوا یہ کہ ٹپرانہ کے زمانۂ قیام میں، کاندھلہ سے قرابت داری کی وجہ سے آپ وقتاً فوقتاً گاؤں گڑھی دولت (جو کاندھلہ سے جانب مغرب تقریباً چار کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے) تشریف لاتے اور یہاں کے لوگوں کو دینی مدرسہ کی ضرورت کا احساس دلاتے رہتے تھے، جس کا اثر یہ ہوا کہ یہاں کے باشندوں نے حضرت کی تحریک اور مشورے سے مورخہ ۱۴/ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ، مطابق مئی ۱۹۶۲ء میں بعض اکابر دارالعلوم دیوبند کو بلاکر مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا؛ چوں کہ اُن دنوں حضرت کے والد بیمار تھے؛ اس لیے حضرت اپنے والد کی تیمارداری میں مشغول ہونے کی وجہ سے مدرسہ کے قیام کے پروگرام میں عملاً شرکت نہ فرماسکے۔

مدرسہ کے ابتدائی دور میں متعدد اہلِ علم مدرسہ کے انتظام وانصرام کے لیے تشریف لائے؛ مگر باشندگانِ گڑھی دولت کی نظر شروع ہی سے آپ پر تھی، جس کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ آپ ہی یہاں مدرسہ کے قیام کے اصل محرک اور داعی تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ لوگ آپ کی صلاح ونیکی، تقوی وطہارت اور خداداد فطری صلاحیت سے کافی حد تک واقف ہوچکے تھے؛ چناں چہ ۱۹۶۷ء میں مقامی لوگوں کا ایک وفد ٹپرانہ پہنچا، اور بحیثیت مہتمم وذمہ دار آپ کو گڑھی دولت لاکر مدرسہ آپ کے سپرد کردیا، پھر کیا تھا، آپ نے نہ رات دیکھی نہ دن، نہ سردی دیکھی نہ گرمی، رات دن مدرسہ کی ترقی کی فکر میں لگ گئے، اور اپنی تمام تر محنتوں اور مجاہدوں کا مرکز مدرسہ کو بنالیا، اور مسلسل سینتالیس سال تک ایک مخلص اور کامیاب ذمہ دار ومہتمم کی حیثیت سے مدرسہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔

حضرت کے سوزِ دروں، شب وروز کی انتھک محنت، اور مسلسل جدوجہد کی برکت سے مدرسہ تعلیمی اور تعمیری ہر اعتبار سے اب ایک بڑے جامعہ کی شکل اختیار کرچکا ہے اور اپنے اصول وضوابط میں دیگر مدارس سے ممتاز ہونے کے ساتھ، اس وقت ہندوستان کے اہم اور بڑے مدارس میں شمار ہوتا ہے، اور نہایت حسن وخوبی کے ساتھ دینی تعلیم وتربیت کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ حضرت

کے انتظام سنبھالنے کے بعد سے آج تک جامعہ ہذا نے جو علمی، دینی، فکری، اصلاحی اور تربیتی خدمات انجام دی ہیں، وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

جامعہ ہذا میں حفظ و ناظرہ، تجوید و قرارت، ہندی، انگلش اور فارسی کے علاوہ، عربی اول سے دورۂ حدیث شریف تک نہایت ٹھوس اور معیاری تعلیم کا نظم ہے۔ دورۂ حدیث شریف شوال ۱۴۳۱ھ میں شروع کیا گیا تھا، جو بحمد اللہ پوری کامیابی کے ساتھ علوم حدیث کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ گذشتہ چار سالوں میں ستر سے زائد طلبہ دورۂ حدیث سے فراغت پا کر، جامعہ سے سندِ فضیلت حاصل کر کے ملک و بیرون ملک میں علومِ اسلامیہ کی خدمت و اشاعت میں مصروف ہیں۔

اصلاح و تربیت

آپ نے جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت میں لوگوں کی اصلاح و تربیت کے لیے ایک خانقاہ قائم کی، جس میں ہزاروں گم گشتہ راہوں نے آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر راہ پائی، اور سلوک و طریقت کی منازل طے کی۔ بیعت اور اصلاحی تعلق کا پورا فائدہ اُسی وقت ہوتا ہے؛ جب کہ مرید کا اپنے شیخ سے رابطہ اور قوی تعلق ہو، حضرت نے اپنے منتسبین و مریدین کی دینی رہ نمائی اور رابطے کے استحکام کے لیے ماہانہ ''ذکر کی مجلس'' کا اہتمام فرمایا، جو کئی سالوں سے ہر قمری ماہ کی آخری جمعرات کو منعقد کی جاتی ہے، قرب وجوار اور دور دراز سے حضرت کے متوسلین اس میں شرکت کر کے اپنی روحانی و اصلاحی قوت کو پروان چڑھاتے ہیں، ان مجالس سے علاقہ میں بڑا فائدہ ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ ہر سال ماہ رمضان کے آخری عشرہ کے اجتماعی اعتکاف کا بھی اہتمام فرماتے رہے، اس میں بھی آپ کے محبین و متوسلین کافی تعداد میں شریک ہو کر، حضرت کے فیوض و برکات اور ارشادات و ہدایات سے اپنا دامن بھرتے تھے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ حضرت کے بعد حضرت کے جانشین حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ اعتکاف و ماہانہ مجلس کے اس سلسلے کو نہ صرف یہ کہ پوری قوت اور حوصلہ کے ساتھ جاری رکھیں گے؛ بلکہ اسے مزید ترقی اور اوجِ کمال تک پہنچائیں گے۔

حضرت کا اندازِ اصلاح بڑا عجیب اور حکیمانہ تھا، کسی کو کوئی خلافِ شرع کام کرتے ہوئے دیکھتے، تو ایک دم سے اُسے نہیں ڈانتے تھے؛ بلکہ بڑی حکمت کے ساتھ اس انداز سے اُس پر نکیر

فرماتے کہ وہ شخص بالکل برا نہیں مانتا تھا، اور فوراً اُس عمل سے توبہ کرلیا کرتا تھا، بندے نے بارہا دیکھا کہ آپ کی نظر کسی کی کٹی ہوئی ڈاڑھی پر پڑ جاتی، تو فرماتے: ''بھائی دیکھو! کہیں میری ڈاڑھی تو کٹی ہوئی نہیں''، کسی کو پائجامہ یا لنگی ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے دیکھتے، تو فرماتے ''دیکھو بھائی! شاید میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہے''۔ اللہ اکبر! کیا عجیب اور حکیمانہ انداز ہے منکر پر نکیر کا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق فرمائے۔

حضرت کے خلفاء

جن توفیق یافتہ حضرات نے حضرت کی خانقاہ سے وابستہ ہوکر حضرت سے اکتسابِ فیض کیا، اُن میں سے بعض حضرات وہ بھی ہیں جو حضرت کی نگرانی میں محنت ومجاہدے کے ساتھ راہِ سلوک کی تکمیل کرنے کے بعد اجازت وخلافت کے مستحق قرار پائے، اُن میں حضرت کے بڑے صاحبزادے وجانشین حضرت مولانا محمد عاقل صاحب صدر المدرسین جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت، مولانا محمد ارشد صاحب جوگی پورہ استاذ حدیث جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت، حاجی شاہ نظر صاحب مرحوم (چرھو)، میرے رفیق درس مولانا محمد شرافت صاحب قاسمی خواج پوری اور استاذ محترم حضرت مولانا عبدالحق صاحب (لوئی) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مفتی محمد عباس صاحب بجرولوی اور قاری محمد عرفان صاحب کیرانوی نے بھی آپ ہی سے بیعت ہوکر راہ سلوک کی تکمیل کی؛ لیکن آپ نے غایتِ تواضع کی وجہ سے اُن کو خود اجازت دینے کے بجائے، اپنے شیخ فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی رحمہ اللہ سے اجازت دلوائی۔

اصلاح معاشرہ کی تحریک

حضرت کو معاشرہ کی اصلاح ودرستگی کا بڑا فکر تھا، علاقہ میں شادی بیاہ کی تقریبات میں برادرانِ وطن کی دیکھا دیکھی بہت سی غلط اور خلافِ شرع رسومات داخل ہوگئی تھیں، مثلاً لمبی لمبی بارات لے جانا، نکاح سے ایک دن پہلے عام دعوت، جسے لوگ اپنی زبان میں منڈھا کہتے ہیں، سلامی، غیر محرم مرد وعورت کا اجتماع وغیرہ، حضرت نے ان رسومات کو ختم کرکے خالص اسلامی طریقے پر شادی بیاہ کرنے کے سلسلے میں ایک منظّم تحریک چلائی، مختلف مقامات پر پروگرام اور جلسے کیے، چھوٹے چھوٹے پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کرائے، اور خود فرداً فرداً جاکر لوگوں کو سمجھایا، جس کا اثر یہ ہوا کہ علاقہ سے کافی حد تک یہ رسومات ختم ہوگئیں اور اسلامی طریقے پر شادی کا رجحان عام ہوگیا۔

حضرت کا خاص وصف

یوں تو ہمارے حضرت کو اللہ تعالی نے ہر طرح کے ظاہری و باطنی کمالات سے نوازا تھا؛ لیکن حضرت کا خاص وصف تواضع اور خوش اخلاقی تھا، بڑے سے بڑا کام کرتے؛ لیکن اُس کی نسبت اپنی طرف نہ کرتے؛ بلکہ دوسروں کی طرف کر کے یہ فرماتے: ''بھائی! میں تو کچھ بھی نہیں ہوں''۔ وہ اپنے چھوٹوں کو بھی اپنے سے بڑا سمجھتے اور اونچے کلمات سے پکارتے تھے، ایک موقع پر فرمایا: ''میرے مدرسے میں جتنے بھی لوگ ہیں سب بڑے ہیں''۔

جو بھی آپ سے ملنے جاتا، خواہ شناسا ہوتا یا اجنبی، مسلمان ہوتا یا کافر، اُس سے ایسی خوش اخلاقی اور نرمی سے ملتے کہ وہ سمجھتا کہ حضرت کو سب سے زیادہ تعلق اور محبت مجھ ہی سے ہے۔ گرمی کی دوپہر میں پورا مدرسہ سوتا رہتا؛ مگر حضرت آنے والے لوگوں سے ملاقات کرنے کے لیے بیٹھے رہتے، کوئی دعا کی درخواست کرتا، اُس کے لیے دعا فرماتے، کسی کو تعویذ کی ضرورت ہوتی، اُسے تعویذ دیتے، کوئی مسئلہ پوچھتا، اگر ذہن میں ہوتا بتا دیتے، ورنہ مدرسے کے کسی مفتی صاحب کے پاس بھیج دیتے، اور فرماتے کہ ''بھائی! میں مسائل نہیں جانتا؛ مفتیانِ کرام مسائل جانتے ہیں، اُن سے پوچھو!''۔

وفات

اس طرح راہِ ہدایت کا یہ آفتاب تقریباً ۸۲ سال ضیاء پاشی کرتا ہوا، ۱۵/ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۷/جنوری ۲۰۱۵ء بروز بدھ، صبح سوا چھ بجے، طویل علالت کے بعد، ''میرٹھ کڈنی ہوسپٹل'' میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ إنا للہ وإنا إلیه رجعون ۔ جنازہ میرٹھ سے کاندھلہ لایا گیا، اور اُسی دن ظہر کے بعد تقریباً ڈھائی بجے، عیدگاہ کاندھلہ کے وسیع وعریض میدان میں، حضرت کے استاذ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم نے لاکھوں کے مجمع میں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اور کاندھلہ بائی پاس روڈ سے تھوڑے فاصلہ پر ''چار کھبوں'' کے سامنے خاندانی مقبرہ میں، آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

تواضع وانابت کا سرمایہ دار تھا ، نہ رہا
وہ ایک زاہد شب زندہ دار تھا، نہ رہا

❁ ❁ ❁